بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمتوں میں مسلسل اور شدید اضافے کی وجہ کاغذی کرنسی ہے جس کی قیمت کم ہوتی رہتی ہے کیونکہ اس کی بنیاد سونے اور چاندی پر نہیں ہوتی

ڈالر، پاؤنڈ، فرانک وغیرہ کی مانند پاکستانی روپے کی بنیاد بھی اصل دولت یعنی قیمتی دھات پر ہوتی تھی۔ ڈالر کی بنیاد سونے پر جبکہ روپے کی بنیاد چاندی پر ہوتی تھی۔ اس نظام نے کرنسی کی قدر و قیمت کو اندرون ملک اور بیرون ملک، بین الاقوامی تجارت میں استحکام فراہم کرر کھا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سونے کی جو قیمت 1890ء میں تھی وہی قیمت کم وبیش 1910ء میں بھی تھی۔ آج دنیا میں اس قدر سونا اور چاندی موجود ہے جو دنیا کی اصل معیشت یعنی کاروباری معاملات جیسے خوراک، کپڑے، رہائش، اشیائے تعیش، صنعتی مشینری، ٹیکنالوجی اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت کے لیے کرنسی کے طور پر کافی ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ اندازِ معیشت نے کرنسی کی پیداوار کی طلب میں اس قدر اضافہ کر دیا جسے سونے اور چاندی کے ذخائر پورا نہیں کر سکتے تھے۔

ریاستوں نے قیمتی دھات کے پیمانے کو چھوڑ دیا لہٰذا کرنسی نوٹ کی بنیاد کسی قیمتی دھات کی بجائے اس نوٹ کو جاری کرنے والی ریاست کی طاقت پر منحصر ہو گئی، جس کے نتیجے میں ریاستوں کے پاس زیادہ سے زیادہ کرنسی نوٹ چھاپنے کا اختیار آگیا۔ اب کرنسی کی مضبوطی کو برقرار رکھنے کے لیے بنیاد سونا یا چاندی نہیں رہے جس کے نتیجے میں ہر نیا چھپنے والا نوٹ پہلے نوٹ کے مقابلے میں کم قدر و قیمت رکھتا ہے۔ چونکہ کرنسی نوٹ اشیاء اور خدمات کے تبادلے میں استعمال ہوتے ہیں اس لیے کرنسی کی قدر و قیمت کا مکمل خاتمہ تو نہیں ہوتا لیکن اس میں مسلسل کمی ہوتی رہتی ہے۔ چونکہ خریداری کے لیے کرنسی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا روپیہ جو برطانوی قبضے سے قبل 11 گرام چاندی کے برابر قیمت رکھتا تھا اب دوسو سالہ سرمایہ دارانہ نظام سے گزرنے کے بعد ایک گرام چاندی کے نوسووے ($1/900^{th}$) حصے کے برابر قیمت رکھتا ہے۔

ہماری کرنسی کی قدر میں کمی

آئی ایم ایف کی شرط کو پورا کرنے کے لیے پاکستان کے حکمرانوں نے ہماری کرنسی کی قدر میں کمی کی جس کے نتیجے میں ہماری برآمدات مغربی ممالک کے لیے سستی ہو جاتی ہیں جبکہ ہماری درآمدات اور پاکستان میں ہر شے مہنگی ہو جاتی ہے، جس میں سودی قرضے بھی شامل ہیں۔ لہٰذا جنوری 2001ء میں 59 روپے میں ایک

ڈالر خریدا جاتا تھا، لیکن اپریل 2022 میں روپیہ اس قدر کمزور ہو گیا کہ 185 روپے میں ایک ڈالر خریدا جا رہا تھا۔

ہر گزرتے سال روپے کی قدر میں کمی کے نتیجے میں اس کی قوت خرید بھی کم ہوتی جا رہی ہے جبکہ قیمتیں اس قدر بڑھتی جا رہی ہیں کہ اکثر لوگوں کے لیے گوشت خریدنا ناممکن، پھل خریدنا عیاشی اور سبزیوں کی خریداری ایک بوجھ بن گئی ہے۔ آج روپے کی قیمت کچھ دہائیوں قبل پیسے کی قیمت سے بھی کم ہو گئی ہے۔ حکمرانوں کے دعوؤں کے برعکس روپیہ کسی بھی وقت ردی کے کاغذ میں تبدیل ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں قیمتوں میں انتہائی زبردست اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود حکومت مسلسل نوٹ چھاپ رہی ہے جس کے بہت ہی خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں اور یوں حکومت کرنسی کی قبر کھود رہی ہے، جو معیشت کے لیے خون کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان عوامل کا تدارک کہ جن کی وجہ سے سونے اور چاندی کے محفوظ ریاستی ذخائر سے زائد کرنسی چھاپنے کی ضرورت پڑتی ہے

حالیہ افراطِ زر کی ایک بڑی وجہ بجٹ کے خسارہ کو پورا کرنے کے لیے حکومت کا مسلسل قرض پر انحصار ہے۔ حکومت کا قرض اس وقت تمام حدود و قیود عبور کر چکا ہے۔ سٹیٹ بینک کے مطابق ملک کا مجموعی قرض 15 ٹریلین روپے کی بلند ترین سطح پر ہے، یہ اعداد و شمار اپریل 2022 کے ہیں۔ عمومی طور پر حکومت قرض یا تو اپنی معیشت سے یعنی بینکوں اور بڑے سرمایہ داروں سے سود پر حاصل کرتی ہے یا اپنے مرکزی بینک یعنی سٹیٹ بینک سے۔ حالیہ برسوں میں بجٹ کے خسارہ کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے سٹیٹ بینک سے بے تحاشا قرض کے حصول پر انحصار کیا ہے۔ اس اقدام کو ماہرینِ معاشیات نوٹ چھاپنے کے عمل سے تعبیر کرتے ہیں جس سے کرنسی کے حجم میں اضافہ ہوا جو کہ افراطِ زر پر منتج ہوا۔ بجٹ کے خسارہ کو مسلسل نوٹ چھاپ کر پورا کئے جانے کا لازمی نتیجہ بڑھتا ہوا افراطِ زر ہی ہوتا ہے۔ جب حکومت یہ قرض اپنے کمرشل بینکوں سے حاصل کرتی ہے تو ان بینکوں کے reserves میں کمی واقع ہوتی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے وہ مرکزی بینک سے قرض حاصل کرتے ہیں اور جس سے بھی معیشت میں کرنسی کا حجم بڑھ جاتا ہے جو افراطِ زر کا باعث بنتا ہے۔ المختصر، اس سرمایہ دارانہ نظام کی معیشت میں مسائل کا ہر حل نئی تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

روپے کی قدر میں کمی افراطِ زر پیدا کرتی ہے

سرمایہ دارانہ نظام میں برآمدات اور درآمدات میں توازن پیدا کرنے کے لیے روپے کی قدر کم کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں افراطِ زر پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارا صنعتی شعبہ کمزور ہے اور ہماری درآمدات، برآمدات کے مقابلے میں ہمیشہ زائد ہوتی ہیں۔ جبکہ پاکستان کی سرمایہ دارانہ حکومت آئی.ایم.ایف(I.M.F) کے حکم پر روپے کی قدر کو کم کر دیتی ہے۔ روپے کی قدر میں اِس کمی کا مقصد پاکستان کے تجارتی توازن کو بہتر کرنا بتایا جاتا ہے۔ ریاست تجارتی توازن حاصل کرنے کے لیے درآمدات کی حوصلہ شکنی کرتی ہے جبکہ اندرون ملک تیار ہونے والی اشیاء کو زیادہ سے زیادہ برآمد کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لیکن روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے پاکستان کی اشیاء کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں زراعت، ٹیکسٹائل اور معیشت کے دوسرے شعبوں میں ایک افراتفری مچ جاتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی بلند شرح سود کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا مہنگے قرضے اور پیداواری لاگت میں اضافہ بہت سی کمپنیوں اور صنعتوں کو اس قابل ہی نہیں چھوڑتا کہ وہ بین الاقوامی مارکیٹ میں مقابلہ کر سکیں۔ جب پاکستانی مصنوعات مہنگی ہونے کی وجہ سے کوئی خریدار نہیں ڈھونڈ پاتیں تو پاکستان کی اہم برآمدی اشیاء کی برآمد میں کمی آجاتی ہے اور پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن خراب ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت مزید گھمبیر ہو جاتا ہے جب درآمدات کا سلسلہ ویسے ہی جاری وساری رہتا ہے۔ دنیا کی چوتھی بڑی زرعی معیشت ہونے کے باوجود پاکستان اشیائے خوردونوش درآمد کرنے والا ملک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان اشیائے خوردونوش کی درآمد پر، روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے، زیادہ خرچ کرتا ہے، نتیجتاً اندرون ملک کھانے پینے کی اشیأمزید مہنگی ہو جاتی ہیں۔ نوٹ چھاپنے کی ناکام پالیسی کو چھپانے اور ادائیگیوں کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے حکومتِ پاکستان کا تارکین وطن کی بھیجی ہوئی رقوم اور اشیائے خوردونوش جیسے چاول، گندم کی برآمدات پر انحصار بڑھتا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں ان اشیاء کی اندرونِ ملک قلت ہو جاتی ہے اور ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اتنی محنت سے کمایا ہوا زرمبادلہ، ملکی معیشت میں نہیں ڈالا جاتا ہیں۔

لہٰذا حکومتِ پاکستان ادائیگیوں میں آنے والے فرق کو پورا کرنے کے لئے بین الاقوامی اداروں سے مزید قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتی ہے جس سے اس کے مسائل میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ نئے قرضے سود پر حاصل کیے جاتے ہیں اور دیگر "ترقی پزیر" ممالک کی طرح پاکستان بھی اصل قرضے کی رقم بھی کئی بار ادا کر دینے کے باوجود قرضے سے نجات حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ یہ قرضے ایسی شرائط کے ساتھ آتے ہیں جن سے معیشت مزید کمزور ہوتی ہے، شرح سود بڑھتی ہے، کرنسی کی قیمت کم ہوتی ہے اور زرعی اور صنعتی شعبے کی پیداوار زوال پزیر ہو جاتی ہے۔

سونے اور چاندی کے پیمانے کی واپسی

مسلمانوں کے لیے سونے اور چاندی کے پیمانے کی جانب دوبارہ لوٹنا عملی طور پر ممکن ہے۔ جن مسلم علاقوں میں خلافت کے دوبارہ قیام کے امکانات ہیں وہ سونے اور چاندی کے وسائل سے بھرپور ہیں جیسے پاکستان میں سینڈک اور ریکوڈیک کا وسیع علاقہ۔ امت کے پاس ایسے وسائل ہیں جن کی دوسرے ممالک کو شدید ضرورت ہوتی ہے جیسے تیل، گیس، کوئلہ، معدنیات اور زرعی اجناس جن کے بدلے سونا اور چاندی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز آنے والی خلافت جدید صنعتی پیداوار میں تیزی سے اضافہ کرے گی جن کی برآمد سے بھی سونا اور چاندی حاصل ہو گا۔ مسلم علاقے بنیادی ضروریات کے حوالے سے خود کفیل ہیں لہٰذا حقیقی معیشت مستحکم ہو گی اور غیر حقیقی معیشت (سٹاک مارکیٹ، derivatives وغیرہ) کے خاتمے کے بعد معیشت سٹے بازی کے اثرات سے بھی محفوظ ہو جائے گی۔

اسلام نے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ ریاست کی کرنسی کی بنیاد قیمتی دھات کی دولت کو ہونا چاہیے جس کے نتیجے میں افراط زر کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی کہ سونے کے دینار، جن کا وزن 4.25 گرام اور چاندی کے درہم، جن کا وزن 2.975 گرام ہو، ریاست کی کرنسی کے طور پر استعمال ہوں۔ اس وجہ سے ہزار سال تک ریاستِ خلافت میں قیمتوں کو استحکام حاصل رہا۔

بین الاقوامی تجارت میں سونے اور چاندی کا کرنسی کے طور پر دوبارہ اجرأ

خلافت تانبے اور زرمبادلہ کے ذخائر کو سونے اور چاندی کی خریداری کے لیے استعمال کرے گی اور بین الاقوامی تجارت کے نتیجے میں ملک میں آنے اور جانے والے سونے کی مقدار پر نظر رکھے گی اگرچہ مسلم دنیا اکثر معاملات میں خود کفیل ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت میں سونے اور چاندی کا کرنسی کے طور پر دوبارہ اجرأ عالمی تجارت میں امریکہ کی بالادستی کے خاتمے کا باعث بنے گا کیونکہ اس وقت امریکہ دنیا کو بین الاقوامی تجارت کے لیے ڈالر کے استعمال پر مجبور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 166 میں اعلان کیا ہے کہ "ریاست اپنی ایک خاص کرنسی، آزادانہ طور پر جاری کرے گی اور اس کو کسی غیر ملکی کرنسی سے منسلک کرنا جائز نہیں"۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 167 میں لکھا ہے کہ "ریاست کی نقدی (کرنسی) سونa اور چاندی ہو گی، خواہ اسے کرنسی کی شکل میں ڈھالا گیا ہو یا نہ ڈھالا گیا ہو۔ ریاست کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کوئی نقدی جائز نہیں۔ تاہم ریاست کے لئے سونا چاندی کے بدل کے طور پر کوئی اور چیز جاری کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ریاست کے خزانے میں اتنی مالیت کا سونا چاندی موجود ہو"۔ ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 168 کے مطابق "اسلامی ریاست اور دوسری ریاستوں کی کرنسیوں کے مابین تبادلہ جائز ہے جیسا کہ اپنی کرنسی کا آپس میں تبادلہ جائز ہے"۔

ریاستِ خلافت کا سٹیٹ بینک

ریاستِ خلافت کا سٹیٹ بینک ایک مالیاتی ادارہ ہو گا جس کا کام حقیقی معیشت جیسے زراعت اور صنعتوں میں ترقی اور اضافے کے لیے مدد فراہم کرنا ہو گا۔ ریاست خلافت میں سٹیٹ بینک کا مقصد قرضوں کے ذریعے مقامی زرعی اور صنعتی شعبے کو مدد فراہم کرنا اور ایک متحرک اور طاقتور معیشت کو قائم کرنا ہو گا۔

جیسا کہ حزب التحریر نے **ریاست خلافت کے مجوزہ دستور** کی دفعہ 169 میں اعلان کیا ہے کہ "بینک کھولنے کی مکمل ممانعت ہو گی اور صرف سٹیٹ بینک موجود ہو گا جس میں کوئی سودی لین دین نہ ہو گا اور سٹیٹ بینک، بیت المال کے محکموں میں سے ایک محکمہ ہو گا"۔

سود پر مبنی قرضوں کے نتیجے میں ہونے والے ظلم

اگر خلافت پاکستان میں قائم ہوتی ہے تو معیشت کو تباہ کرنے اور پھر مزید قرضوں کے حصول کے لیے بھیک مانگنے کی بجائے یہ ریاستِ خلافت دنیا بھر میں مغربی استعماری سود پر مبنی قرضوں کے نتیجے میں ہونے والے ظلم کے خلاف عالمی رائے عامہ کو متحرک کرے گی۔ یہی وہ ظلم پر مبنی نظام ہے جو کئی ممالک کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے سے روکتا ہے۔ یہ نظام قرضوں کے ساتھ ایسی شرائط عائد کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں معیشت کا دم گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قرض کی اصل رقم سے بھی کئی گنا زائد سود دینے کے باوجود معیشت کی قرضے سے جان نہیں چھوٹتی۔ جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 165 میں اعلان کیا ہے کہ "یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہ غیر ملکی سرمایہ ہی ہے جو اسلامی علاقوں میں کفار کے قدم جمانے اور ان کے اثر و نفوذ کو مضبوط کرنے کا سبب رہا ہے اور کفار کو مسلمانوں کے علاقوں میں قدم جمانے کی اجازت یا سہولت دینا حرام ہے"۔

24 رمضان 1443 ہجری | **حزب التحریر**

25 اپریل 2022ء | **ولایہ پاکستان**